دعوت نبوی میں انسانی نفسیات کالحاظ

تحریر: حافظ محمد سجاد تترالوی
لیکچرار گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج چکوال

دعوت کا مفہوم

دعوت کے لفظی معنی پکارنے اور بلانے کے ہیں۔

علامہ راغب اصفہانی مفردات القرآن ، میں لکھتے ہیں:

الدعاء الی الشئی الحث علی قصده، (۱)

یعنی کسی چیز کو حاصل کرنے پر ابھارنا، اور اسی سے ملتے جلتے اصطلاحی معنی بھی ہیں، یعنی اللہ کے دین کو قبول کرنے کی طرف لوگوں کو بلانا اور آمادہ کرنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (۲)

(اپنے پرودگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے بلاؤ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو)

دعوت کے مفہوم میں تقریباً چالیس کے قریب آیات آئی ہیں جن میں دین کی طرف بلانے کا مفہوم موجود ہے۔

تبلیغ کا مفہوم: تبلیغ کا مفہوم پہنچانا ہے، اصطلاح میں اسلام کو دوسرے لوگوں، قوموں، ملکوں تک پوری شرح و بسط سے پہنچانا ہے۔ چونکہ یہ صیغہ زیادہ تر باب تفعیل سے آیا ہے جس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ لہذا اس کے مفہوم میں یہ بھی شامل ہے کہ مخاطب تک دین کی بات ایسے عمدہ اور دل نشین طریقے سے پہنچانا کہ اس کے دل ودماغ پر اثر انداز ہو۔

اس لفظ تبلیغ کے مفہوم میں تقریباً ۲۵ آیات وارد ہوئی ہیں جن میں دین کی بات دوسروں تک پہنچانے کی فرضیت فضیلت اور اہمیت بیان ہوئی ہے (۳)

دعوت وارشاد کی ضرورت: اللہ تعالیٰ نے جن وانس کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس یکتاو لاشریک ذات کی عبادت کریں۔ اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم کریں چونکہ عبادت کی

تفصیلات محض عقل کی بنیاد پر ہی متعین نہیں کی جاسکتی تھیں اور نہ ہی یہ ممکن تھا کہ محض عقل کی بنیاد پر احکام الٰہیہ کی معرفت حاصل کی جاسکے۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت وراہنمائی کے لئے اپنے رسولوں کو بھیجا اور آسمانی کتابیں نازل فرمائیں تاکہ ان حقائق کو بیان کیا جاسکے جن کی خاطر کائنات کی تخلیق ہوئی۔اور بنی نوع انسان کو اپنی خلقت کا مقصد معلوم ہوسکے۔تاکہ قیامت کے دن لوگ یہ عذر نہ کرسکیں کہ ان کو نیکی اور سچائی کا راستہ معلوم نہیں ہوسکا تھا۔قرآن حکیم نے اس کی یوں وضاحت کی ہے۔

رسلا مبشرین ومنذرین لئلایکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل وکان اللہ عزیزاحکیماً(۴)

(اللہ نے رسولوں کو خوشخبری دینے والے اور خبردار کرنے والے بنا کر بھیجا تاکہ ان رسولوں کے بعد لوگوں کیلئے اللہ کے سامنے کوئی حجت باقی نہ رہ جائے۔اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے)

اس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر قوم میں اپنے ہادی اور رسول بھیجے۔اللہ کے رسولوں نے انہی کی زبان میں حق کی دعوت دی تاکہ حق اچھی طرح واضح ہوجائے اور جن باتوں کی دوسروں کو دعوت دی ان کو خود بھی کر کے دکھایا۔آخر میں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت ہوئی۔ آپ کی دعوت کسی خاص قوم اور جماعتی مزاج اور رجحان کے لحاظ کی بجائے صرف انسانی مزاج کی ہے۔ آپ ﷺ چونکہ تمام عالم کی ہدایت وراہنمائی اور تمام مخلوق پر اتمام حجت کی ذمہ داری ڈالی گئی تھی اور آپ کے بعد کوئی اور نبی آنے والا نہیں تھا۔اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو دو بعثتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ایک بعثت خاص اور دوسری بعثت عام۔ آپ ﷺ کی بعثت خاص اہل عرب کی طرف تھی۔اس بعثت کی ذمہ داری یعنی دعوت و تبلیغ اور اتمام حجت آنحضور ﷺ نے براہ راست انجام دیں۔ آپ ﷺ کی بعثت عام تمام دنیا کی طرف ہے۔ اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ایک امت عطا فرمائی اور اس امت کو یہ حکم دیا کہ رسول ﷺ نے جس دین کی دعوت تم کو دی ہے اس کی تبلیغ اسی طرح تم دوسروں پر کرتے رہو فرمایا گیا:

کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر(۵)

(تم بہترین امت ہو لوگوں کی راہنمائی کیلئے مبعوث کیے گئے ہو۔ معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو)

یہی فریضہ رسالت ہے جس کی وجہ سے اس امت کو خیر امت کہا گیا ہے۔ اس جماعتی فرض کو ادا کرنے کی باضابطہ صورت اللہ تعالیٰ کی خود بتائی ہوئی یہ ہے

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئک هم المفلحون (٦)

(اور چاہیے کہ تم میں ایک گروہ ایسا ہو جو نیکی کی دعوت دے۔ معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں)

حضور اکرم ﷺ کے ارشادات میں بھی دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

فواللّٰہلان یھدی اللّٰہبک رجلاً واحداً خیرلک من ان یکون لک حمر النعم (۷) (ترجمہ حواشی میں)

الغرض دعوت و تبلیغ ایک مقدس فریضہ ہے جس کا مقصد صداقت و حقانیت کو پھیلانا اور لوگوں کو اس کا قائل کرنا ہے۔

اصول دعوت کی اہمیت: کسی دعوت کی کامیابی کے لئے دو باتیں اشد ضروری ہیں۔ دعوت دینے والے کا انفرادی کردار اور دعوت کا انداز اور طریقہ کار۔ دعوت بجائے خود کتنی ہی پر کشش کیوں نہ ہو کسی معاشرہ میں اسی وقت جڑ پکڑتی ہے جب اسے نہایت حکیمانہ انداز میں پیش کیا جائے۔ دانائی کے ساتھ مخاطب کی ذہنیت، استعداد اور حالات کو سمجھ کر موقع محل کو دیکھ کر بات کی جائے۔ فرق مراتب اور مخاطب کی نفسیات کو مد نظر رکھا جائے۔ مخاطب کے جذبات کو ابھارا (Apeal) جائے گمراہیوں اور برائیوں کا محض عقلی حیثیت سے ہی ابطال نہ کیا جائے بلکہ انسانی فطرت میں جوان کے لئے پیدائشی نفرت پائی جاتی ہے اسے بھی ابھارا جائے۔ اوران کے برے نتائج سے خوف دلایا جائے۔ اعمال صالحہ کی خوبی ہی ثابت نہ کی جائے بلکہ ان کی طرف رغبت اور شوق بھی پیدا کیا جائے۔ ایسے انداز اور طریقہ کار اختیار کئے جائیں جن سے قلب و اذہان مانوس ہوں، جن سے تحریک و تشویق پیدا ہو۔ اور دعوت میں خیر خواہی، تالیف قلب اور باہم محبت کی فضا ہو۔ ایسی تڑپ اور دلسوزی سے دعوت دی جائے کہ مخاطب یہ سمجھ لے اور محسوس کرے کہ ناصح کے دل میں اس کی اصلاح

کے لئے تڑپ موجود ہے اور حقیقت میں اس کی بھلائی چاہتا ہے۔

داعی اعظم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے اصولِ دعوت کا طریقہ بھی معلوم ہوا کہ کس طرح لوگوں کو حق وصداقت کے قبول کرنے کی دعوت دینی ہے اور پھر آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے وہ عملی پہلو بھی ہمارے لئے منارہ نور ہیں کہ کس طرح آپ ﷺ نے حکیمانہ انداز میں دعوت کا فریضہ سرانجام دیا۔ قرآن حکیم نے اصول دعوت کا ذکر یوں کیا ہے۔

ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن (۲)

(اپنے پرودگار کی راہ کی طرف لوگوں کو دانائی اور عمدہ نصیحت کے ذریعے بلاؤ اور لوگوں سے مباحثہ کرو۔ ایسے طریقے پر جو بہترین ہو)

اہل ایمان کو تین اصول سکھائے گئے ہیں کہ عقل و حکمت، عمدہ نصیحت، مجادلہ احسن سے دعوت کا فریضہ سرانجام دو۔

رسول اللہ ﷺ کی دعوت میں انسانی نفسیات کا لحاظ

تبلیغ ودعوت کی جڑیں اس وقت تک مضبوط نہیں ہوتیں اور اس کی شاخیں پھیل کر پھل نہیں دیتیں جب تک اس کی اساس پختہ دلیل پر قائم نہ ہو اور داعی حق اپنی دعوت کو عام کرنے کیلئے ہر دانش مندانہ اور خوبصورت ادبی اسلوب نہ اپنا لے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی دعوت اسلام میں ایسے اوصاف تھے جو عقل کو قبولیت پر آمادہ کر دیتے۔ آپ ﷺ پیام حق کی اشاعت کیلئے ایسے طریقے اپناتے تھے جو یقینی کامیابی کے ضامن ہوتے۔ موقع کے مطابق گفتگو فرماتے اور مطالب کو اس کے شایان شان پیرایہ دیتے۔ ہر قبیلے سے ان کی ذہنی سطح سے ہم آہنگ ہو کر کلام کرتے۔

کتب سیرت واحادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ دعوت و تبلیغ میں مخاطبین کی ذہنی وجسمانی طاقت، ان کی فطری صلاحیت، ان کے مزاج و طبیعت کو مد نظر رکھتے۔ دعوت کے یہ تمام حکیمانہ اسلوب آپ ﷺ کو ودیعت کیے گئے تھے۔ مثلاً

(۱) آپ چشم دید مشاہدے کے لئے کسی چیز کی ظاہری ہیئت کی طرف اشارہ

کرتے یااس کے پاس کھڑے ہوجاتے تھےاور پھراس سے اپنی بات مستنبط کرتے تھے۔
ایک بار آپ ﷺ کا بازار سے گزر ہوا۔ بازار ایک چھوٹی موٹی دنیا ہے۔ کوئی خریداری کرتا ہے اور کوئی بیچتا ہے۔ ایک اپنے سامان کے بھاؤاور قیمت کا اعلان کرتا ہے تو دوسرا اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے سے بڑھنے کاجذبہ ہوتا ہے۔ غرضیکہ ہر ایک اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے۔ ایک شخص نفع کمانے کی دھن میں رہتا ہے تو دوسرا سستاسامان خریدنے کی فکر میں رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سوچالوگوں کواس دنیا کی قدروقیمت بتائی جائے۔ جس پر یہ ٹوٹ پڑرہے ہیں۔ چنانچہ ایک کن کٹی بکری کے بچہ کی لاش سے گزرہوا تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے پوچھا:
عن جابررضی اللہعنہ ان رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم مربالسوق والناس کتیه، فربجدی اسک، میت فتناوله باذنه ثم قال
ایکم یحب ان هذا له بدرهم؟فقالوا مانحب انه لنا بشئی ومانصنع به قال اتحبون انه لکم؟قالوا واللہ لوکان حیالکان عیباً فیه اسک فکیف وهو میت؟فقال فواللہ الدنیا، اهون علی اللہ عزوجل من هذا علیکم(۹) (ترجمہ حواشی میں)
اس طرح آپ نے حکمت سے دنیا کی قدروقیمت واضح فرمادی اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بے نیازی کی عظیم صفت کو عمدہ طریقے سے ذہن نشین کرادیا۔ اس طرح محسوس طریقے سے دعوت قلب وذھن پر اثرانداز ہوتی ہے اور مخاطب فوراً قبول کرتا ہے۔
حضوراکرم ﷺ کا نفسیاتی اوردعوتی اسلوب ایک یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ مختلف اوقات میں ایک ہی سوال کے مختلف جوابات دیتے۔ مثلاًایک شخص آتا ہے وہ سب سے افضل عمل کے بارے میں سوال کرتا ہے۔ آپ ﷺ اس کو جهاد کا عمل بتاتے ہیں۔ دوسرے کو صلہ رحمی کا کہتے ہیں۔ بظاہران اقوال میں تضاد ہےمگر حقیقت میں یہ جوابات مخاطب کے ذہن اور حالات کو سامنے رکھ کر دیئے گئےہیں۔
صحیح بخاری میں ہے:
عن ابی موسیٰ قال قالوایارسول اللہصلی اللہعلیک وسلم ای الاسلام افضل؟قال:من سلم المسلمون من لسانه ویده(۱۰)

ایک اور سوال جواب یوں ہوا

عن عبداللہ بن عمررضی اللہ عنہ ان رجلاً سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام خیر؟قال تطعم الطعام وتقرء السلام علی من عرفت ومن لم تعرف(۱۱)

سوال کامفہوم ایک ہی ہے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔لیکن جواب مختلف ہے یہ سائل کے ذہنی رجحانات وقلبی کیفیات کے مطابق ہے۔ بعض اوقات رسول اللہ ﷺ نے ایک ہی سوال پر دو مختلف افراد کو مختلف جوابات دیئے ہیں۔ مثلاً

امام احمد بن حنبلؒ روایت کرتے ہیں:

عن عبداللہ بن عمروبن العاص رضی اللہ عنہ قال کنا عندالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءشاب،قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل واناصائم؟فقال لا،فجاءشیخ فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقبل واناصائم؟قال نعم،فنظربعضناالی بعض، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قدعلمت نظر بعضکم الی بعض ان الشیخ یملک نفسه(۱۲)

آپ ﷺ کی دعوت کی ایک اہم بات اور اصول یہ تھا کہ آپ ﷺ "مخاطب کا معیار" (سننے والے کی استعداد) مدنظر رکھتے تھے۔ آپ ﷺ بدوی اور شہری، پڑھالکھااوران پڑھ، عقل وتجربہ کے مختلف مدارج والے انسانوں کو مختلف طریقوں سے دعوت دیتے۔ ایک واقعہ سے مزید اس کی شہادت ملتی ہے۔

عن امامة الباهلی، ان فتی من القریش اتی النبیؐ فقال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اءذن لی فی الزناء فاقبل القوم علیه وزجروہ فقالوا،مه مه فقال صلی اللہ علیہ وسلم ادن فدنا منه قریباً فقال صلی اللہ علیہ وسلم اتحبه لامک؟

قال لا واللہ جعلنی اللہ فداک

قال ولاالناس یحبون لا مهاتهم

قال افتحبه لا بنتک؟

قال لا واللہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعلنی اللہ فداک

قال ولاالناس یحبونه لبناتهم

ثم ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخته وعمته وخالته،وفی کل ذلک

یقول الفتی مقالتہ لاواللہ یارسول اللہصلی للہعلیہ وسلم فداک،
قال فوضع یدہ علیہ وقال اللھم اغفرذنبہ وطھر قلبہ وحصن فرجہ.قال الراوی فلم یکن بعد ذلک الفتی یلتفت الی شئی(۱۳)

امامہ باہلیؓ سے روایت ہے کہ ایک قریشی نوجوان آنحضورﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہﷺ!
مجھے زنا کی اجازت دیں۔ تمام لوگ اس پر جھپٹے۔اسے سخت سست کہا اور اسے بات کرنے سے روکا۔ آپﷺ نے فرمایا ٹھہر جاؤ اسے میرے نزدیک کرو۔۔وہ آپﷺ کے قریب ہوا تو آپﷺ نے فرمایا۔ کیا تم اپنی والدہ کیلئے اسے پسند کروگے؟ کہنے لگا۔ اللہ مجھے آپﷺ پر قربان کردے خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنی ماؤں کےلئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ آپﷺ نے پوچھا کیا اسے اپنی بیٹی کیلئے پسند کروگے؟ کہنے لگا ہرگز نہیں۔ آپﷺ نے فرمایا کہ لوگ بھی اپنی بیٹیوں کیلئے اسے ناپسند کرتے ہیں۔ پھر آپﷺ نے اس کی بہن، پھوپھی، خالہ، کاذکر کیا مگر ہر مرتبہ وہ مذکورہ جواب دہرا دیتا۔ حضورﷺ نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اے اللہ اس کے گناہ کو بخش دے۔ اس کے دل کو صاف کردے اور اس کی شرمگاہ کو محفوظ کردے۔ راوی کہتے ہیں کہ اس نوجوان نے اس کے بعد کبھی کسی کی طرف التفات نہ کیا)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپﷺ مخاطب کی نفسیات اور ذہنی مرتبہ کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔ بعض اوقات آپﷺ بدوی، زبان میں گفتگو فرماتے مخاطب اپنی زبان سن کر خوش ہوجاتا۔ اور بات کو بہتر طریقہ سے سمجھ سکتا۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند سے عاصم الاشعری کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے رسول اکرمﷺ کو مخصوص لہجے میں بات کرتے سنا:

عن عاصم الاشعری،قال سمعت رسول اللہصلی اللہعلیہ وسلم یقول
لیس من امبر امصیام فی امسفر.اراد ، لیس من البر الصیام فی السفر(۱۴)

عاصم اشعری کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ الفاظ کہتے سنا کہ آپﷺ یہ کہنا چاہتے تھے کہ "سفر میں روزہ رکھنا کوئی نیکی نہیں ہے"

اصل میں اشعریوں کی لغت میں "لام" کو "میم" سے تبدیل

کردیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے لہجے کو چھوڑ کر مخاطب کی لغت میں بات کی جس میں زیادہ اپنائیت معلوم ہوتی ہے۔ بلاشبہ اس سے مخاطب پر ایک خوشگوار اثر پڑتا ہے۔

آپ ﷺ دعوت میں حضری وشہری لوگوں سے ان کے اندازومعیار کے مطابق گفتگو فرماتے اور بدوی سے اس کی ذہنیت کے مطابق بات کرتے۔اس کی بہترین مثال حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ملے گی جس میں "بنی فزارہ" کے ایک شخص کا ذکر کیا گیا ہے جو بدوی تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جو سیاہ رنگ کا ہے۔ میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیاہے۔ کیونکہ ہم میاں بیوی میں کوئی بھی سیاہ رنگ کا نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اس کی سمجھ بوجھ اور پیشہ کے مطابق جواب مرحمت فرمایا۔اس سے پوچھا

هل لک من ابل؟ کیا تمہارے پاس کچھ اونٹ ہیں؟

اس نے کہا "جی ہاں"

آپ ﷺ نے پھر دریافت فرمایا وہ کس رنگ کے ہیں؟

اس نے کہا سرخ رنگ کے۔

آپ نے اس پر سوال کیا کہ ان میں کوئی "اورق" یعنی خاکستری رنگ کا یا کم سیاہ رنگ کا کوئی اونٹ بھی ہے؟

اس نے کہا "جی ہاں"

آنحضرت ﷺ نے فرمایا اب تم ہی بتاؤ کہ سرخ رنگ کے اونٹوں میں یہ سیاہی کیسے آگئی؟

اس نے جواب میں کہا۔ ممکن ہے اس کے نسب میں کوئی اونٹ خاکستری یا سیاہ رنگ کا ہو۔اور اس کی جھلک ہو۔

جب بات یہاں تک پہنچ چکی تو آپ ﷺ نے یہ کہہ کر اس کے شبہ کو دور کردیا کہ:

وهذا عسى ان يكون نزعه عرق (۱۵)

کہ یہاں بھی معاملہ ایسا ہوسکتا ہے کہ یہ نسب کا کرشمہ کارفرما ہو اور اس میں تمہاری بیوی کا کوئی قصور نہ ہو۔

جذبات واحساسات کا لحاظ

انسان کے جذبات واحساسات کو تعمیری رخ دینے ہی کا دوسرا نام تربیت

ہے۔ سرکارِ دوعالم ﷺ اپنے مخالفین کے مزاج اور نفسیات کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ان کے جذبات کا بھی پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ اگر جذبات میں سرد مہری ہوتی تو آپ ﷺ حکمت کے ساتھ ان میں حرارت پیدا کر دیتے۔ اگر جذبات میں اشتعال محسوس کرتے تو کوئی ایسی بات زبان سے نکالتے اور نہ عملاً کوئی ایسی روش اختیار کرتے، جس سے جذبات بے قابو ہو جائیں۔
جذبات واحساسات کی رعایت کرکے انہیں صحیح اور تعمیری رخ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دیتے۔ جذبات رسول ﷺ کی محبت اور دین اسلام کے لئے عظمت وسربلندی کی طرف پھیر دیتے۔ ایسی ایک مثال غزوۂ حنین کے موقعہ پر پیش آئی۔ رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ حنین سے واپسی میں مقام جعرانہ پر آکر رکے۔ آپ ﷺ نے جنگی قیدی اور مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔ آپ ﷺ نے سرداران قریش کو جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے۔ مالِ غنیمت میں وافر حصہ عطا فرمایا۔ جس کے دعوتی ونفسیاتی مصالح تھے۔ انصار کو کچھ حصہ نہ دیا۔ اسے انصار نے محسوس کیا۔ بعض نوجوان آپس میں اس احساس کا اظہار کرنے لگے۔ آپ ﷺ تک بات پہنچی تو آپ ﷺ نے سب کو اکٹھا کیا اور فرمایا۔ اس احاطہ میں آج صرف انصار ہی آئیں۔ جب وہ جمع ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

یہ کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں جن کی مجھے اطلاع ملی ہے۔ تم نے اپنے دل میں کیا شکایت محسوس کی ہے؟

لوگوں نے شرمندگی کا اظہار کرتے ہوئے کہا "کچھ نہیں یارسول اللہ ﷺ یہ بعض ناسمجھ نوجوان ہیں۔ شیطان نے جن کے دلوں میں خدشات پیدا کر دیئے ہیں۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

"کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ جب میں آپ کے ہاں آیا تھا۔ اس وقت آپ لوگ گمراہی کی حالت میں تھے۔ اللہ تعالی نے میرے ذریعے آپ کی ہدایت فرمائی۔ آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اللہ تعالی نے میرے ذریعے آپ کے دلوں کو جھیڑ دیا اور آپس میں اتحاد والفت پیدا فرمائی۔

لوگوں نے کہا کہ یہ بالکل حقیقت ہے اور ہماری گردنیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسان عظیم سے جھکی ہوئی ہیں۔

اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے بات کو طول نہیں دیا بلکہ اس موقعہ پر جو

بات کسی سننےوالے انصاری کے دل میں "بطور جواب" آسکتی تھے اپنی زبان مبارک سے اس کا اظہار فرما کر ان کے ساز محبت کو چھیڑ دیا۔ اور دلوں کی مسیحائی کی۔

"انصاریو! آپ جواب میں کچھ نہیں کہتے"

لوگوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہم آپ ﷺ کو کیا جواب دے سکتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احسان و کرم کے زیر بار اور شکر گزار ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا اگر آپ یہ کہیں تو بالکل صحیح کہیں گے اور میں بھی اس کی تصدیق کروں گا۔ کہ آپ ﷺ بھی تو یاد کیجئے۔

"آپ ﷺ ہمارے یہاں اس حال میں آئے تھے کہ سبھوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا تھا۔ ایک ہم ہی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو سچا مانا۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ سب نے آپ ﷺ کا ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ ایک ہم ہی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کی مدد کی۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ لوگوں نے آپ ﷺ کو نکال دیا تھا۔ ہم نے آپ ﷺ کو پناہ دی۔ آپ ﷺ اس حال میں آئے تھے کہ آپ ﷺ خالی ہاتھ تھے۔ ہم نے ہر طرح کی خدمت کی"

جب آپ ﷺ نے ان کے اندر جوش محبت و وفاداری کے سوتے کو چھیڑ دیا۔ اور ان کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں ہوگیا۔ آنسوؤں سے دلوں کے بند کھل گئے تو فرمایا۔ انصار کے لوگو! آپ کے دلوں میں چند حقیر اشیاء کی وجہ سے شکایت پیدا ہوئی جن کے ذریعے میں نے کچھ لوگوں کی تالیف قلب کی تاکہ وہ اسلام پر پختہ ہوجائیں اور آپ کے معاملہ میں اسلام کو کافی سمجھا۔ اے انصار کیا یہ بات آپ کو پسند نہیں ہے کہ لوگ تو اپنے خیموں میں اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور آپ اللہ کے رسول کو لے کر واپس جائیں۔ بخدا اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں خود انصار کا ایک فرد ہوتا لوگ کسی گھاٹی یا وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا جس میں انصار چلیں گے۔ اے اللہ انصار پر، انصار کی اولاد پر اور انصار کی نسل در نسل پر اپنا فضل فرما"

یہ سن کر انصار اتنا روئے کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں اور کہنے لگے:

ہم اپنی اس قسمت پر نازاں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے حصہ میں آئے۔ جو نصیب میں آیا اس سے ہم راضی ہیں (۱۶)

اس طرح رسول ﷺ نے اسلام اور اپنی ذات کے ساتھ ان کے تعلق کو ایک نئے انداز سے بیان فرما کر ان میں وفاداری اور دین اسلام کے لئے محبت میں مزید اضافہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے جذبات واحساسات کی خود ترجمانی فرمائی۔ اور استفہامیہ انداز اختیار فرمایا۔ جس سے بات سامع کے قلب وذہن میں اترتی چلی گئی۔ اور اس کا اثر اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ آپ ﷺ نے ان کے دلوں میں جہاں اللہ اور اپنی محبت کے لئے جذبات ابھارے وہاں دنیا کے مال ومتاع کی قدرو قیمت اور اصلیت بھی واضح فرمائی، کہ یہ چند حقیر اشیاء ہیں۔ جن سے کمزور مسلمانوں کی تالیف قلبی کا سامان کیا گیا۔

اس طرح آپ ﷺ نے ایک طرف کمزور اور نومسلم اہل مکہ کی نفسیات کو مد نظر رکھا اور انہیں مالِ غنیمت میں سے کثیر مال عنایت فرمایا تاکہ ان کے دل اسلام اور ایمان پر ثابت قدم رہیں تو دوسری طرف انصار جو کہ دعوت اسلام کے مددگار اور آپ ﷺ کی محبت سے سرشار تھے۔ انہیں اپنی محبت اور ان کے ساتھ وابستگی کو اس انداز سے بیان فرمایا کہ وہ اپنی قسمت پر ناز کرنے لگے۔

دعوت نبوی ﷺ کے نفسیاتی اصول ومبادی

بعض مبادی کے وجود پذیر ہونے سے سیکھنے کا عمل آسانی اور سہولت سے انجام پاتا ہے۔ اور اگر یہ اصول ومبادی نہ پائے جائیں تو انسان بالکل سیکھ نہیں پاتا اور سیکھنا بھی چاہے تو بہت مشکل اور بہت دھیمی رفتار سے۔ عصر حاضر کے ماہرین نفسیات نے فن تعلیم وتعلم اور ابلاغی نفسیات پر مفصل تجرباتی بحثیں کی ہیں۔ اور بہت باریک بینی سے ان مبادی کی تحدید کی ہے۔ اس نقطہ نظر سے جب سیرتِ نبوی ﷺ کے دعوتی پہلو کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دعوت نبوی ﷺ میں کس قدر انسانی نفسیات کو مد نظر رکھا گیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی نفسیات کے مطابق دعوت کو پیش کیا۔ تربیت، تعمیر سیرت اور شخصیت سازی نیز اسلام کی دعوت و نشرواشاعت میں ان اصول ومبادی کو استعمال کیا۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو یہ جو تاکید کی ہے کہ

یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا (۱۷)

(یعنی آسانیاں پیدا کرو لوگوں کے لئے مشکلیں کھڑی نہ کرو۔ انہیں خوشخبری سناؤ کہ دین سے قریب آئیں۔ اپنی کسی بات یا اپنے کسی طرز عمل سے انہیں دین سے متنفر نہ کرو۔)

اس فرمانِ نبوی ﷺ کی یہی معنویت ہے کہ مخاطب کے سامنے بات اس طور پر رکھی جائے کہ اس کے اندر اس کے تئیں رغبت اور میلان پیدا ہو۔ اسے دین سے بیزار اور متنفر نہ کیا جائے۔ حضرات صحابہؓ کو آپ ﷺ کے اس فرمان کا بڑا پاس تھا۔ وہ اس کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ فقیہہ امت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہفتہ میں صرف ایک دن لوگوں کو وعظ و نصیحت اور ان کی تذکیر فرماتے تھے۔ لوگوں نے کہا! اے ابوعبدالرحمن (آپؓ کی کنیت ہے) ہم چاہتے ہیں کہ آپؓ روزانہ ہماری اس تذکیر کا معمول بنائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ایسا کرسکتا ہوں لیکن صرف اس لیے نہیں کرتا ہوں کہ اس سے آپ لوگ اکتا جائیں گے۔ میں جو وقفہ دے کر آپ لوگوں و وعظ و تذکیر کرتا ہوں تو اس کا مقصد حضور پاک ﷺ کے نقش قدم کی پیروی کے سوا دوسرا نہیں۔ آنحضور ﷺ ہمیں بھی وقفہ وقفہ سے وعظ و نصیحت اور تذکیر و یاددہانی فرمایا کرتے تھے۔ اس وجہ سے کہ ہم لوگ اکتاہٹ اور بے دلی کا شکار نہ ہوں (۱۸)

انسانی نفسیات کی رعایت کی، اس سے بہتر کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔ الغرض ہم اصول ومبادی میں چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔ جنہیں رسول اللہ ﷺ دعوتِ اسلام اور صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تربیت کے سلسلے میں برتتے تھے۔

محرکات (Motivation)

محرکات وہ عوامل ہوتے ہیں جو کسی فرد کے اندر کسی کام کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ یا شوق بڑھاتے ہیں۔ دنیا میں رونما ہونے والے تمام کے تمام واقعات کسی نہ کسی محرک کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ عام محرکات میں بھوک، پیاس، جنسی کشش وغیرہ شامل ہیں۔ لیکن ہمارا موضوع چونکہ دعوت وارشاد ہے اور تربیتِ انسانی ہے۔ اس کیلئے وہ محرکات جو اس مقصد کیلئے کارگر ثابت ہوتے ہیں ان میں سے رغبت و ترہیب، انعامات، معاوضہ دینا، مقابلہ و مسابقت، حوصلہ افزائی، توجہ و دلچسپی اور دیگر محرکات شامل ہیں۔

قرآن مجید کے تربیتی منہاج کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ترغیب و ترہیب کے ذریعے محرکاتِ عمل کو ابھارا گیا ہے۔ انعامات واکرام کے ذریعے نیک اعمال کی

تحریص(Incentive)دلائی گئی ہے۔انسان کے ذوقِ جمالیات کو مد نظر رکھ کر اس کو نیکی اور بھلائی کی طرف دعوت کیلئے ایک خاص اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔اور انسان کے سامنے محسوس شواہد کے ذریعے ان انعامات کی منظر کشی کی گئی ہے۔تا کہ دعوت قبول کرے اور اس کا اجر پائے۔مثلاً قرآن مجید میں نیکی اور بھلائی اختیار کرنے والوں اور اس سلسلے میں جو تکالیف پیش آئیں ان پر صبر کرنے والوں کیلئے جس اجر کا وعدہ کیا گیا ہے اس کا قرآن مجید نے یوں ذکر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وجزاهم بماصبروا جنة......... وكان سعيكم مشكورا (۱۹)

(اور اللہ تعالیٰ)ان کے صبر کے بدلے (بہشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک)عطا فرمائے گا۔ وہاں وہ تختوں پر تکیے لگائے (بیٹھے)ہوں گے۔ نہ وہاں (آفتاب) دھوپ دیکھیں گے اور نہ شدت کی سردی۔اور گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہوں گے۔اور میووں کے گچھے ان کے بہت قریب اور ہر طرح سے ان کے اختیار میں ہوں گے۔اور ان کے سامنے چاندی کے ساغر اور شیشے کے نہایت شفاف گلاس کا دور چل رہا ہو گا اور شیشے بھی کانچ کے نہیں چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں اور وہاں انہیں ایسی شراب پلائی جائے گی جس میں زنجبیل (کے پانی) کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے اور ان کے سامنے ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے نوجوان لڑکے چکر لگاتے ہوں گے۔ کہ جب تم ان کو دیکھو تو سمجھو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تم وہاں نگاہ اٹھاؤ گے تو پھر ہر طرح کی نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے۔ان کے اوپر سبز کریپ اور اطلس کی پوشاک ہوگی اور انہیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار انہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ یہ یقیناً تمہارے لئے ہوگا (تمہارے اعمال کی) جزا اور تمہاری کوشش کی شکر گزاری)

ان آیات میں دعوت حق کو اختیار کرنے اور اس کو پھیلانے کے سلسلے میں جو مشکلات اور مصائب و آلام پیش آتے ہیں ان پر ثابت قدم رہنے والوں کیلئے انعامات واکرامات کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ انسان کا نفسیاتی وفطری داعیہ ہے کہ وہ کسی کام کو اسی وقت بہتر انداز میں کرتا ہے جب اس کو اس کے معاوضے یا فوائد و ثمرات کا علم ہو۔ یا اس کی وجہ سے مشہور ومعروف ہوجائے، یا اس کو اس کے بدلے ،فوائد و ثمرات کی یقین دہانی کرائی

جائے۔ قرآن مجید نے بھی اس فطری داعیہ کو مد نظر رکھا ہے اور ان اشیاء کا ذکر کیا ہے جن کی ہر انسان خواہش رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی دعوت حق پیش کرتے ہوئے ترغیب و ترھیب سے محرک عمل کو ابھارا۔ اسلامی دعوت کے ابتدائی زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کی توجہ پورے طور پر اس طرف تھی کہ عقیدہ توحید کی دعوت دی جائے۔ شرک سے نکالا جائے۔ آپ ﷺ آخرت میں ثواب عظیم اور دخولِ جنت کا وعدہ کر کے لوگوں کو ایمان اور توحید کو اختیار کرنے اور شرک سے دور رہنے کی بہت ترغیب دیتے۔ اور یہ ترغیب فقط آخرت کے حوالے سے ہی نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دنیا میں بھی تم فلاح پاؤ گے۔ ورانہیں اس کے عوض عزت و شرف اور بزرگی عطا ہوگی۔ مثلاً ابن سعد نے الطبقات الکبری، میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ دعوت و تبلیغ کے لئے حج کے موسم میں ہر اس قبیلہ کے پاس جاتے جو خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے آتا تھا ان کو دعوت پیش کرتے اور یہ فرماتے کہ اگر تم اس دعوت کو قبول کرلو تو کامیاب ہوجاؤ گے۔ عرب تمہارے زیر نگیں ہوگا اور عجم پر تمہاری حکمرانی ہوگی۔

وکان رسول اللّٰہصلی اللّٰہعلیہ وسلم یعرض نفسہ فی المواسم قبیلۃ قبیلۃ، ویقول یایھا الناس قولوا لا الہ الا اللّٰہ تفلحوا.وتملکو ابھاالعرب وتذل لکم العجم واذا آمنتم کنتم ملوکا فی الجنۃ(۲۰)

اسی طرح بیعت عقبہ اولیٰ کے اصحاب سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے اس عہد کو پورا کیا تو تمہارے لیے جنت ہے(۲۱)اور ایک مرتبہ آپ ﷺ تشریف لے جارہے تھے کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ آلِ یاسرؓ کو قریش ایذا دے رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اے آل یاسر صبر کرو۔ تمہارے لیے جنت کا وعدہ ہے(۲۲)

کبھی آپ ﷺ قصے کہانیوں سے جذبۂ عمل کو ابھارتے کیونکہ قصے اور کہانیاں انسان کو متوجہ کرتی ہیں۔ سننے کی رغبت پیدا کرتی ہیں اور واقعات کا تسلسل معلوم کرنے کا شوق پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے دعوت وارشاد میں قصوں کا استعمال انتہائی مؤثر ہے۔ قرآن مجید نے بھی لوگوں کی تربیت کرنے، انہیں نصیحت کرنے اور بہت سے عبرتوں اور حکمتوں کو سکھانے میں قصوں سے مدد لی ہے۔ قرآن مجید نے انتہائی اختصار کے ساتھ قصوں کی تربیتی تاثیر کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

لقد کان فی قصصھم عبرۃ لاولی الالباب(۲۳)

بے شک ان کے قصوں میں اہل فہم کے لئے بڑی عبرت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی نفسیاتی تربیت میں قصوں سے مدد لی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی توجہ منعطف کرانے میں مواعظ اور حکمت سکھانے کیلئے سننے کا شائق بنانے میں قصوں کا بڑا دخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ مختلف تربیتی اغراض کیلئے قصوں سے مدد لیتے تھے۔

معاوضہ دینا: جس طرح فرد کو سرگرم عمل کرنے اور اسے مشکلات کے حل تک پہنچنے یا مقصد کو پالینے یا علم حاصل کرنے کے لئے بہت سے ممکن اعمال کی انجام دہی کی خاطر جدوجہد پر آمادہ کرنے میں محرک (Motivation) بہت اہم چیز ہے اسی طرح انسانی کاموں کو قوت پہنچانے اور ان میں مداومت پیدا کرنے میں معاوضہ ادا کرنے کی بڑی اہمیت ہے جو عمل مشکل حل کرنے یا مقصد کو پانے میں انسانوں کو کامیاب نہ کرے۔ اس سے انسان بہت جلد دست کش ہوجاتا ہے۔ اور جو عمل مشکل حل کرنے اور حصول مقصد میں کامیاب ہو وہ قوی ہوتا رہتا ہے۔ اور انسان اس کی پابندی کرنا چاہتا ہے۔ تجرباتی تحقیقات نے صحیح اعمال کو پختہ کرنے اور تعلیم کو استحکام بخشنے میں معاوضہ کی اہمیت ثابت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے اچھی طرز زندگی کو استحکام بخشنے کے لئے معاوضہ ادا کرنے کی اہمیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ(۲۴)

مزدور کو اس کی مزدوری، اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

مزدور کو کام کرنے کے فوراً بعد مزدوری ملنے سے یہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے کہ اپنے کام میں زیادہ محنت کرے اور جب دوبارہ اسے کام کے لئے بلایا جائے تو کام میں اپنی پوری توجہ اور توانائی صرف کردے اور اپنے فریضہ کو اچھی طرح ادا کرے۔ جدید تحقیقات نے یہ بات واضح کی ہے کہ تعلیم و تعلم کو قوت پہنچانے میں معاوضہ ادا کرنا زیادہ مؤثر ہے جبکہ اس کی ادائیگی بروقت کردی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ بالا حدیث میں یہ مطالبہ کرکے مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردی جائے۔ اسی جانب اشارہ کیا ہے کیونکہ اجرت کی فوری ادائیگی انسان کے دل میں زیادہ گہرا اثر کرتی ہے اور اسے یہ حوصلہ ہوتا ہے

کہ اپنی ڈیوٹی انجام دینے میں پوری کوشش کرے وراس میں کوتاہی نہ کرے۔

یہ ضروری نہیں کہ معاوضہ مادی شکل ہی میں ہو بلکہ معاوضہ معنوی بھی ہوسکتا ہے۔ تعریف، اظہار پسندیدگی یا ہمت و حوصلہ افزائی، کی شکل میں کسی سربراہ کا اپنے ماتحت لوگوں کی تعریف کرنا یہ اثر پیدا کرتا ہے کہ وہ لوگ زیادہ سرگرم ہوجاتے ہیں۔ پھر اپنا کام زیادہ اچھے انداز میں کرنے لگتے ہیں۔ استاد کا شاگرد کی تعریف کرنا، تعلیم میں اس کے جلد ترقی میں معاون ہوتا ہے۔

انسان کو اگر مستقبل میں کسی بڑے معاوضہ کی امید ہوتی ہے تو وہ مستقبل میں اپنے عظیم مقاصد کو حاصل کرنے کےلئے طویل زمانہ تک منصوبہ بندی اور صبر کے ساتھ پیہم جدوجہد جاری رکھتا ہے۔ اسی لئے مسلمانوں کے طرز زندگی کو سنوارنے، ایمان باللہ کے جذبات پیدا کرنے، اللہ تعالی کی رضاجوئی اور جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونے کےلئے تقویٰ اور عمل صالح کی زندگی اختیار کرنے میں آخرت میں ثواب کی ترغیب اور عذاب سے ترہیب کا بڑا گہرا اثر ہے۔ جس کا ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں۔

امریکی ماہر نفسیات (Skinner) نے جو نئی تحقیقات کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص کے ذمہ جو کام لازم ہوتا ہے اسے کرنے کے بعد مختلف غیر معین اوقات میں دیاجانےوالا معاوضہ اس کی قوت عمل کو تیز کرتا ہے اور اس کی سرگرمی کا مدہم پڑنا بہت مشکل ہوجاتا ہے۔ وہ تجرباتی مثالوں سے اس نتیجہ تک پہنچا ہے کہ کاموں کی انجام دہی پر جو معاوضہ یا انعام دیا جاتا ہے۔ اگر اس کی ادائیگی مختلف غیر متعین اور غیر معلوم اوقات میں ان کاموں کی ادائیگی کے دوران کی جائے تو اپنے فرائض کی ادائیگی اور سرگرمیوں میں اور اہتمام بڑھ جائے گا۔ کیونکہ اس معاوضہ یا انعام کے حصول کا انتظار ہر وقت رہے گا جس کی توقع کی جاتی ہے۔ (۲۵)

ہم دیکھتے ہیں کہ (Skinner) کی اس دریافت سے چودہ سو سال پہلے رسول اللہ ﷺ کی دعوت وارشاد میں اس حقیقت کی تطبیق ملتی ہے۔ مثلاً آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

"بے شک رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ اس میں اگر مرد مومن اللہ تعالیٰ سے دنیا اور آخرت کے امور میں سے کسی بھی خبر کی دعا کرے تو اللہ تعالی اسے وہ چیز دے دیتے ہیں اور

ایسی گھڑی ہر رات میں آتی ہے۔(۲۶)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ خندق کے موقع پر کہ جس وقت کھدائی ہو رہی تھی اور ایک سخت چٹان آپڑی۔ صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ تشریف لائے اور کدال لی بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی اور ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔ واللہ میں اس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر۔ مجھے فارس دیا گیا ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی اور فرمایا۔ بسم اللہ، تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا: اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ میں اس وقت اپنی اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔(۲۷)

یعنی یہ جو دعوت پیش کی جارہی ہے اور اس سلسلے میں جو مشکلات پیش آرہی ہیں عنقریب اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دنیا میں سرخرو فرمائے گا اور عرب و عجم پر اس دعوت و پیغام کے علمبرداروں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ یہی نہیں آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اور خندق کھودتے ہوئے صحابہ کرامؓ اپنے کندھوں پر مٹی ڈھورہے تھے۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللهم لا عيش الا عيش الاخرة فاغفر للمهاجرين والانصار(۲۸)

اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے۔ بس مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔

آپ ﷺ نے فقط مجرد انعامات اور معاوضہ کا ذکر ہی نہیں فرمایا بلکہ آپ ﷺ مادی طور پر انعامات و ہمت افزائی کے لئے معاوضہ عطا بھی فرمایا کرتے تھے۔ مدنی دور میں جب دعوتِ اسلام خوب پھیل گئی اور تمام عرب سے لوگ مختلف وفود کی شکل میں قبولِ اسلام اور ہدایت وراہنمائی کے لئے آتے تو آپ ﷺ ان کو ترغیب آخرت کے ساتھ ساتھ انعام و اکرام سے بھی نوازتے تھے۔ ابن سعدؒ نے الطبقات الکبریٰ میں ستر (۷۰) وفود کا ذکر کیا اور ان سب کو آپ نے ہدایا اور انعامات سے نوازا۔ یہاں بھی آپ ﷺ نفسیات انسانی کا خوب لحاظ فرماتے تھے جو وفد کا سردار یا قبیلے کا ذمہ دار ہوتا اس کو زیادہ عطا فرماتے تاکہ اپنے قبیلے میں جا کر دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے اور اس کو دعوت کی ذمہ داری بھی سونپتے۔ مثلاً

جب عبد القیس کا وفد جن کی تعداد بیس کے قریب تھی عبد اللہ بن عوف الاشج کی

قیادت میں آیا اور آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ یہ عبدالقیس کا وفد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو مرحبا ہے۔ عبدالقیس بھی کیسی اچھی قوم ہے۔ان لوگوں نے آپ ﷺ کو سلام کیا۔رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم میں عبداللہ الاشج کون ہیں؟ عبداللہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ میں ہوں۔وہ کریہ منظر (بدشکل) آدمی تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ انسان کی کھال کی مشک نہیں بنائی جاتی۔ البتہ آدمی کی دو سب سے چھوٹی چیزوں کی حاجت ہوتی ہے۔ایک اس کی زبان اور ایک اس کا دل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اے عبداللہ) تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کو اللہ پسند کرتا ہے۔عبداللہ نے کہا کہ وہ کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ حلم اور وقار۔انہوں نے عرض کیا کہ یہ چیز پیدا ہو گئی ہے یا میری خلقت اسی پر ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری خلقت اسی پر ہوئی ہے۔

آپ ﷺ نے ان لوگوں کو انعامات کا حکم دیا۔عبداللہ الاشج کو سب سے زیادہ دلایا۔انہیں ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی مرحمت فرمائی (۲۹)

اس وفد سے آپ ﷺ کی ملاقات اور دعوت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے انسانی نفسیات کا کس قدر لحاظ فرمایا۔مثلاً

۱۔ سب سے پہلے عبدالقیس کے وفد کی آمد پر خوش آمدید کہا۔

۲۔ اس وفد اور اس کے رئیس کی مدح و توصیف فرمائی۔

۳۔ وفد کے رئیس عبداللہ بن عوف الاشج، جو بظاہر بدشکل ہیں۔ان کی ظاہری شکل وصورت کے برعکس ان کی داخلی صفات اور خوبیوں کا ان کے سامنے ذکر کیا کہ حقیقت میں اصل خوبصورتی اور حسن رنگ و نسل کا نہیں بلکہ وہ اخلاق حمیدہ میں جن سے انسان متصف ہوتا ہے اور حضرت عبداللہ الاشج میں جو دو خصلتیں اور خوبیاں، حلم اور وقار، ہیں یہی ان کی خوبصورتی اور حسن ہے۔اس طرح آپ ﷺ نے ان کے (Inferiority complex) کو ختم کر کے ان کی صفات حمیدہ کا ذکر کیا۔

۴۔ اور انعامات میں ان کو یعنی عبداللہ الاشج جو کہ وفد کے رئیس تھے سب سے زیادہ دلایا۔

طریقۂ تنبیہ و تادیب: اصولِ دعوت میں حکمت ایک اہم اور مقدم شرط ہے جس کو مد

نظر رکھنا داعی و مبلغ اور مصلح وہادی کے لئے نہایت ضروری امر ہے، تاکہ وہ خود اور اس کا اصلاح و ہدایت کا کام لوگوں کی مخالفتوں اور بدگمانیوں سے محفوظ رہے اور اس کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ نہ بھڑک اٹھے اگر کسی خاص شخص یا جماعت کے بعض افراد کے اندر کوئی مخصوص قسم کی خرابی اور خامی پائی جائے جس کی نشاندہی کر کے براہ راست ان سے اصلاح کا مطالبہ کیا جائے تو اس کا الٹا اثر ہو گا اور جن لوگوں کی اصلاح مقصود ہے ان کے اندر خواہ مخواہ کی ضد، مخالفت اور عناد پیدا ہو گا۔ اور وہ اپنی اصلاح وہدایت پر کوئی توجہ نہیں دیں گے، حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ خرابیوں کی جانب اس طرح توجہ دلائی جائے جس سے معلوم ہو کہ یہ کسی مخصوص و متعین شخص کی خرابی کا ذکر نہیں کیا جارہا بلکہ اصل مقصد عام لوگوں کی اصلاح ہے اور داعی و مصلح کے دل میں سب کی ہمدردی و اصلاح کا جذبہ موجزن ہے اور اسی نے اسے مجبور کیا ہے کہ وہ اس خرابی کی جانب متوجہ کرے۔

رسول اللہ ﷺ کا انداز تادیب و تنبیہ یہی تھا کہ اگر کسی خاص شخص کی غلطی کی اصلاح مقصود ہوتی تو آپ ﷺ براہ راست اسے مخاطب کر کے اس کی جانب متوجہ نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ اس سے اس کے اندر نفرت و بیزاری پیدا ہونے کا اندیشہ تھا۔ چنانچہ ایسے مواقع پر آپ ﷺ کا خطاب عام ہوتا تھا گویا آپ ﷺ کو پوری قوم کی اصلاح وہدایت مطلوب و مقصود ہے اور جس خرابی کا ذکر آپ ﷺ کر رہے ہیں وہ کسی خاص میں نہیں پائی جاتی بلکہ عام افراد میں موجود ہے۔ خطاب کے اس طریقہ سے بات زیادہ مؤثر اور کارگر ہوتی ہے۔ یہاں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ نماز میں خشوع وخضوع اور تمکین و وقار ضروری ہے لیکن ابتداء میں یہ ارکان و آداب لازمی نہیں قرار دیئے گئے تھے بلکہ بتدریج ان کی تکمیل کی گئی۔ اس کے بعد بھی جب کچھ لوگ نماز میں آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ لیا کرتے تھے تو آپ ﷺ نے ان کی اصلاح کی ضرورت محسوس کی۔ مگر انہیں اس سے باز رہنے کی ہدایت ایسے عام انداز میں کی کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ محض انہیں کو پیش نظر رکھ کر بات کی گئی ہے فرمایا:

مابال اقوام یرفعون ابصارھم الی السماء فی صلوتھم (۳۰)

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ نماز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کرتے ہیں۔

تشدد اور غلو پسند لوگ شریعت کی بیان کردہ ہدایت پر قناعت نہیں کرتے اور اللہ کی

دی ہوئی رخصتوں سے فائدہ اٹھانا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے وہ اپنے اوپر ایسی قیود اور بندشیں عائد کرلیتے ہیں جو خدا اور رسول ﷺ کی جانب سے ان پر عائد نہیں کی گئی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس طرح کے لوگوں کی مذمت کی ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ جن رخصتوں پر عمل پیرا تھے۔ بعض لوگوں کو انہیں کرنے میں تکلف ہوتا تھا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حمد وثنا کے عام انداز میں لوگوں کو اس طرح تنبیہ فرمائی۔

مابال اقوام یتنزھون عن الشئی اصنعه فواللّٰهانی لاعلمهم باللّٰه واشدهم له خشیة(۳۱)

(لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اس چیز سے بھی احتراز کرتے ہیں جس کو میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم مجھے اللہ کے بارے میں ان سے زیادہ واقفیت ہے اور میں ان سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں۔

کسی تعیین وصراحت کے بغیر اصلاح وہدایت اور تلقین وارشاد کا یہی عام انداز اور مؤثر و بلیغ اسلوب ان حدیثوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ جن میں "احدکم" کے الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ گویا اس طرح کی حدیثوں میں کسی ایک شخص کی غلطی پر تنبیہ مقصود ہوتی ہے۔ لیکن خطاب کا رخ عام لوگوں کی طرف کردیا جاتا ہے تاکہ اس کی زد براہ راست کسی ایک شخص پر نہ پڑے بلکہ اس کے عموم کی وجہ سے ہر شخص کو تنبیہ ہوجائے اور اس شخص کو بھی برا نہ لگے جو واقعی اس فعل کا مرتکب ہو۔

آپ ﷺ کی دعوت میں (Humanstic psychology) کا پہلو

تعلیم و تعلم اور ابلاغی وسماجی نفسیات میں کئی ایک نظریات و تصورات بیان کئے گئے ہیں۔ ان کا مطالعہ تعلیم وتدریس اور دعوت و تبلیغ سے وابستہ افراد کے لئے مفید اور سود مند ہوسکتا ہے۔ عصر حاضر میں انسانیت پسند ماہرین نفسیات نے اپنے نظریات سے جدید نفسیات میں ایک نئی طرح ڈالی ہے۔ ان ماہرین نے بنیادی طور پر انسان کی فطرت کو کلی انداز میں دیکھا ہے اور انسانی جذبات و احساسات اور انسانی پہلو(Human Factor) کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے نزدیک مؤثر ابلاغ اور تعلم کی خوبی یہ ہے کہ داعی انسانی

جذبات واحساسات سے ہم آہنگ ہو۔ اور عملی اعتبار سے خود بھی اس کام پر عمل پیرا ہو جس کی وہ دعوت دے رہا ہے یا جس کا ابلاغ کر رہا ہے۔ یعنی ان کے نزدیک مؤثر ابلاغ و تعلیم خود مبلغ کا ذاتی کردار اور اخلاق ہے۔ایک انسانیت پسند ماہر نفسیات ریسٹ(Rest) تعمیر سیرت کے عمل کا تجربہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ عمل چار مرحلوں پر مشتمل ہے۔ کردار کی تعمیر کے سلسلے میں پہلے مرحلے میں افراد کے اندر اخلاقی حس(Maral Sensitivity)پیدا کی جاتی ہے تاکہ صورت حال پر توجہ دے کر کچھ نہ کچھ کرنے کے لئے مائل ہو۔ دوسرا مرحلہ اخلاقی فیصلہ(Maral Judgement) کرانے کا مرحلہ ہے جہاں اس مخصوص صورتحال میں کئی ممکنہ رد عمل میں سے اخلاقی طور پر مثبت اور مستحسن رد عمل کا انتخاب کریں۔ تیسرا مرحلہ اخلاقی تحریک(Maral Motivation)کا ہے جہاں افراد اپنے انتخاب پر عمل پیرا ہونے کیلئے خواہش کا اظہار کرتے ہیں۔ چوتھا اور آخری مرحلہ اخلاقی کردار(Maral Character) ہے جہاں افراد نے اخلاقی فیصلوں پر عمل کرنے کیلئے نہ صرف تحریک عمل پاتے ہیں بلکہ نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے ان فیصلوں پر عمل کرتے ہیں کیونکہ کردار کا ظہار اعمال سے ہی ہوتا ہے(۳۲) کردارسازی کے پہلے دو مرحلوں کو افراد میں ابھارنے کے لئے انہیں اخلاقی مسائل اور واقعات سے دوچار کرنا ضروری ہے۔ اس لیے تعمیر سیرت و تشکیل ذات کے لئے سب سے اعلیٰ نمونہ خود مبلغ و معلم کا ذاتی کردار اور اخلاق ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جس کی وہ دعوت دے رہا ہے کیا وہ خود بھی اس پر عمل پیرا ہے؟ کیا اس کے قول وفعل میں تضاد تو نہیں اور کیا وہ اخلاقِ حمیدہ سے اپنی ذات کو مزین کیے ہوئے ہے؟ چنانچہ انسانیت پسند یعنی(Humanistic Psychology)میں سب سے زیادہ زور اس بات پردیا جاتا ہے کہ استاد، داعی اور مبلغ کی سیرت افراد کیلئے باعث تقلید ہونی چاہیے۔ تاکہ وہ کردار کے اعلیٰ نمونوں کی تقلید کرکے انہیں شخصیت کا حصہ بنائیں۔

دعوت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات والاصفات اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر فائز تھی۔ اور آپ ﷺ کی سیرت واخلاق کی ایک اور امتیازی شان عملیت بھی ہے۔ یعنی سب سے پہلے خود عمل کرکے دکھایا اور بعد میں اس کے کرنے کا حکم دیا۔ اور آپ کی سیرت اور اخلاق کی گواہی خودخالقِ کائنات نے یوں دی۔

وانک لعلیٰ خلق عظیم(۳۳)

اور آپ ﷺ جس مقصد کے لئے بھیجے گئے اور جو بات آپ ﷺ کے مقاصد نبوت میں شامل تھی وہ اخلاق عالیہ کی تکمیل واتمام ہے۔ آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

انمابعثت لاتمم مکارم الاخلاق(۳۴)

بے شک مجھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا

بعثت نبوی ﷺ سے قبل کی زندگی بھی آپ ﷺ کے اخلاق حسنہ کی مثال تھی۔ اہل مکہ کے لئے اور وہ آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کی گواہی دیتے تھے۔ مثلاً بناء کعبہ کے وقت جب" حجرسود" کو مخصوص جگہ رکھنے کا مسئلہ درپیش ہوا اور قریش لڑائی جھگڑے تک پہنچ گئے اور آخر فیصلہ ہوا کہ مسجد حرام کے دروازے سے جو شخص پہلے داخل ہوا سے اپنے جھگڑے کا حکم مان لیں۔ لوگوں نے یہ تجویز منظور کرلی۔ اللہ کی مشیت کہ اس کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو چیخ پڑے کہ:

هذا الامين رضيناه هذا محمدصلى اللهعليه وسلم(۳۵)

هذا الامين قد رضينابما قضى بيننا(۳۶)

هذا الامين قد رضينابه(۳۷)

هذا الامين رضينا هذامحمد(۳۸)

هذا الامين قد رضينابه فحكموه(۳۹)

یعنی سب سے پہلے انہوں نے اس اخلاقی صفت کا ذکر کیا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ ان کے نزدیک مشہور و معروف تھے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کے اسم مبارک کا ذکر کیا اوراس کے بعد اس مسئلے کے جھگڑے کا جس کے بارے میں آپ ﷺ فیصلہ کریں گے۔

یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کی دعوت کے سب سے بڑے مخالف اور آپ ﷺ کے جانی دشمن بھی آپ ﷺ کے اخلاق و کردار کی خوبیاں بیان کرتے ہیں۔ مثلاً ابوجہل، عقبہ، ابوسفیان، نضر بن حارث، نے آپ ﷺ کی صداقت، امانت اور شرافت کی گواہی دی۔ ابوجہل نے یوں کہا:

والله ان محمدا لصادق وماكذب محمدقط(۴۰)

اللہ کی قسم محمد ﷺ سچے ہیں انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

نضر بن حارث نے کہا:

قدکان محمد فیکم غلاما۔ أرضاکم فیکم واصدقکم حدیثاً، واعظمکم أمانة(۴۱)

اور پھر جب دعوتِ عام کے اعلان کا حکم ہوا تو دعوتِ اسلام کو عام کرنے اور لوگوں تک پہنچانے کیلئے کوہ صفاء پر چڑھے تاکہ لوگوں کو اس سے متنبہ کریں اور ان کو اس دین کی بشارت دیں۔ آپ ﷺ نے لوگوں کو بلایا۔ اور جب تمام قبائل کے لوگ اکٹھے ہوگئے تو اس وقت آپ ﷺ نے دعوتِ دین پیش کی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے اخلاق اور اپنی ذات کو ہی بطور معجزہ پیش کیا۔ صحیح بخاری میں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

أرأیتکم لو اخبرتکم ان خیلاً تخرج من صفح هذاالجبل اکنتم مصدق قالوا ماجربناعلیک کذبا(۴۲)

"لوگوں! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کی دوسری طرف یک بھاری لشکر ہے جو تم پر ٹوٹ پڑنا چاہتا ہے تو تم میری بات کو سچ مانوگے؟ سب نے کہا ہاں کیونکہ ہمارے تجربہ میں ہے کہ آپ ﷺ کبھی بھی جھوٹ بولنے والے نہیں رہے"

اس واقعہ سے رسول اللہ ﷺ کی سیرت و کردار کے بارے میں مشرکین مکہ کی رائے معلوم ہوتی ہے۔ اور پھر آپ ﷺ کے دعوتی اسلوب و ابلاغ کا بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے علاقہ کی نفسیات کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک خاص آواز (یا صباحاہ) لگائی۔ جو کہ کسی خطرہ یا دشمن کے حملے کے وقت لگائی جاتی تھی تاکہ لوگوں کو آگاہ کیا جائے۔ چنانچہ جب تمام قریش اکٹھے ہوگئے تو آپ ﷺ نے اپنی سیرت کو اس انداز سے پیش کیا کہ سب نے کہا آپ ﷺ سچے ہیں۔ جب ان کا اعتماد آپ ﷺ کی سیرت کے حوالے سے واضح ہوگیا تو پھر آپ ﷺ نے دعوت حق کو پیش فرمایا۔ الغرض رسول اللہ ﷺ نے اپنی سیرت و اخلاق کو بطور نمونہ کے پیش فرما کر اپنی دعوت کی حقانیت وصداقت کو ثابت فرمایا کہ جس سے انکار و فرار ناممکن تھا۔ اور پھر انتہائی قلیل عرصہ میں یہ دعوت نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ عالمی سطح تک پھیل گئی اور امراء وملوک روساء و حکمرانوں نے اسے اختیار کیا کیونکہ اس کی اساس و بنیاد آپ ﷺ کی امتیازی شان "عملیت" پر تھی۔ اور یہی آج کی جدید نفسیات کا خاصہ ہے کہ اس کے نزدیک بھی موثر ابلاغ اور تعلیم کے لئے اولین شرط معلم و مبلغ کا کردار اور اس کی عملیت ہے"

حواشی و حوالہ جات

۱. اصفہانی،راغب، علامہ،مفردات القرآن،(بذیل مادہ)مکتبہ القاسمیہ لاہور۱۹۹۳ء

۲. النحل:۱۲۵

۳. فوأدعبدالباقی،معجم المفہرس لالفاظ القرآن الکریم،(بذیل مادہ)

۴. النساء:۱۶۵

۵. آل عمران،۱۱۰

۶. آل عمران:۱۰۴

۷. البخاری،محمد بن اسماعیل،امام،(الجامع الصحیح)طبع مصر۱۹۹۰،کتاب المغازی"باب غزوہ خیبر

ترجمہ اے علی تیرے ذریعے اللّٰہتعالیٰ کسی ایک فرد کو بھی ہدایت دے تو تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بھی بہترہے"

۸. النحل:۱۲۵

۹. منذری،عبدالعظیم بن عبد،حافظ"الترغیب والترہیب"مصر،حدیث نمبر۲۶۴۴

ترجمہ:حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک گاؤں سے واپسی پر مدینہ کے بازار سے گزر رہے تھے لوگوں نے آپ ﷺ کو دونوں طرف سے گھیر رکھا تھا۔وہاں چھوٹے کانوں والا ایک مردہ بکری کا بچہ پڑا ہوا تھا۔آپ ﷺ نے اس کے کان پکڑے اور فرمایا"تم میں سے کون اس مردہ بچہ کو ایک درہم میں خریدنے کےلئے تیار ہے؟صحابہؓ نے عرض کیا!"ہم کسی بھی قیمت پر اس کو خریدنا نہیں چاہتے ہیں۔یہ ہمارے کسی کام کا نہیں" آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم پسند کرتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔اے اللہ کے رسول ﷺ اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی کان چھوٹے ہونے کی وجہ سے اس میں عیب تھا اور اب تو یہ مردہ بھی ہے۔اس لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا"خدا کی قسم" یہ بچہ تمہاری نظر میں جتنا بےوقعت ہے دنیا اللہ تعالیٰ کی

نظر میں اس سے زیادہ بے وقعت ہے"

۱۰. بخاری،الجامع الصحیح"کتاب الایمان،باب ای الاسلام افضل
۱۱. بخاری،الجامع الصحیح"کتاب الایمان،باب اطعام الطعام من الاسلام
۱۲. احمدبن حنبل،امام"المسند"دارالفکر بیروت۱۹۸۷ء ج۲:ص:۲۲۰
۱۳. احمدبن حنبل،امام"المسند"دارالفکر بیروت۱۹۸۷ء ج۵:ص:۲۵٦
۱۴. خطیب بغدادی،علامہ،الکفایہ فی علم الروایہ،مصر۱۳۵۷ھ ص:۱۸۳
۱۵. القشیری،مسلم بن الحجاج،امام،صحیح مسلم طبع مصر۱۳۳۴ھ۲/۱۱۳۴
۱٦. صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب غزوہ حنین۲/۶۲۰،اور ابن‌هشام،السیرة النبویة"داراحیاء التراث العربی،بیروت۱۹۳٦ء۴/۱۴۱

عبارت یوں بیان کی گئی ہے:

"یا معشرالانصار ماقالة بلغتنی عنکم وجدة وجدتموها علی انفسکم الم آتکم ضلالاً فهداکم الله،وعالة فاغناکم الله،وأعداء فالف بین قلوبکم. قالوا بلیٰ ! الله ورسوله امن وافضل ثم قال!الاتجیبوننی یا معشرالانصار قالوا! بماذلک نجیبک یارسول اللهصلی اللهعلیه وسلم،للهولرسوله المن والفضل .قال.اماوالله‌لوشئتم لقلتم فلصدقتم ولصدقتم ،اتیت مکذباً فصدقناک ومخذولاً فنصرناک وطریدا فاویناک، وعائلاً فاسیناک،أوجدتم یامعشرالانصارفی انفسکم فی لعاعة من الدنیاتالفت بهاقوماليسلموا ،ووکلتکم الی اسلامکم الا ترضوا!یامعشرالانصار،ان یذهب الناس بالشاة والبعیروترجعوا برسول اللهصلی اللهعلیه وسلم الی رحالکم ، فوالذی نفسی محمد بیده لولا الهجرة لکنت امرء من الانصار. ولو سلک الناس شعبا وسلک الانصار شعباً لسلکت شعب

الانصار.اللهم ارحم الانصار وابناء الانصار وابناء ابناء الانصارفبکی القوم حتی اخضلوالحاهم ، وقالوا رضینابرسول اللّٰهصلی اللّٰهعلیه وسلم قسماً وحظاً(بن ھشام ۱۴۱/۴)
١٧. بخاری کتاب العلم،باب ماکان النبی صلی اللّٰهعلیه وسلم یتخولهم بالموعظةالحسنة کی لاینفر
١٨. بخاری کتاب العلم،باب من جعل لاهل العلم ایاماً معلومة(عبارت یوں ہے)
"عن ابی وائل قال کان عبد اللّٰه یذکرالناس فی کل خمیس فقال له رجل یا اباعبدالرحمن لو ددت انک ذکرتناکل یوم قال امانه یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کماکان النبی صلی اللّٰهعلیه وسلم یتخولنابهامخافة السامة علینا
١٩. الدهر:١٢ تا ٢٢
٢٠. ابن سعد،محمد بن سعد،الطبقات الکبریٰ۱/۲١٦
٢١. صحیح بخاری ،باب وفود الانصار وابن ھشام،۱/۲۸۸،والطبقات ۱/ ۲۲۰
٢٢. ابن ھشام،۱/۳۱۹
٢٣. یوسف:۱۱۱
٢٤. ابن ماجه،السنن،کتاب الاجارة
٢٥. نجاتی،عثمان علی،ڈاکٹر،حدیث نبوی اورعلم النفس (مترجم فیهم اخترندوی)الفیصل ناشران لاہور ص۹۳
٢٦. صحیح مسلم بروایت جابر۲/۸۴۱،(حدیث نمبر۱۹،۱۱۷)
٢٧. ابن ھشام ۲/۲۱۹
٢٨. صحیح بخاری،کتاب المغازی،باب غزوۂ خندق۲/۵۸۸
٢٩. ابن سعد،الطبقات الکبریٰ۲/۸۸(مترجم اردو)نفیس اکیڈمی کراچی.
٣٠. بخاری،کتاب الصلواة باب رفع النظرالی السماء فی الصلوة۱/۱۰۴

۳۱. بخاری،کتاب الاعتصام،باب مایکرہ من التعمق والتنازع والغلو فی الدین والبلاغ۲/ ۱۰۸۴

۳۲. ڈاکٹر منورعارف(تعلم اور معلم"تفسیات کے انسانیت پسنددانہ تناظرسے)مجلہ تعلیمی زاویے (جولائی ۱۹۹۴ء)

۳۳. القلم :۴

۳۴. مالک بن انس،امام (الموطاء،داراحیاء الکتب العربیہ مصر)کتاب حسن خلق باب ماجاء فی حسن الخلق

۳۵. ابن ہشام۱/ ۱۹۷

۳۶. ابن سعد الطبقات الکبری۱/ ۱۲۴

۳۷. ابن اثیر الکامل فی التاریخ،۲/ ۴۵

۳۸. ابن کثیر،السیرۃ النبویۃ۱/ ۲۸۰

۳۹. ازرقی،اخبارمکہ ،(تحقیق استاذ رشدی الصالح.دارالثفافۃ مکہ مکرمہ۱۳۸۵ھ)۱/ ۱٦۴

۴۰. قاضی عیاض،الشفاء شرح علی القاری۱/ ۱۸۱

۴۱. ابن ہشام ۱/ ۲۹۹

۴۲. صحیح بخاری،کتاب التفسیر،تبت یدا ابی لہب۲/ ۷۴۳